کشمیر: بھارت کا بدلتا رنگ

سلیم منصور خالد

برعظیم جنوبی ایشیا کی سیاسی تاریخ میں ۹ فروری ۲۰۱۶ء ایک یادگار دن کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔ اس روز بھارت کی ممتاز ترین دانش گاہ جواہر لال نہرو یونی ورسٹی، دہلی میں نوجوان نسل نے پرانی اور خوار سیاست گری کو مسترد کرنے کا اعلان کیا۔ یاد رہے، اس یونی ورسٹی میں کمیونسٹ پارٹی کی حلیف آل انڈیا اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (AISA)، اسٹوڈنٹس یونین کے انتخابات میں ۲۰۰۵ء سے اب تک مسلسل کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ اس کے ووٹروں میں ہندو انتہاپسندی اور مریضانہ برہمنی قوم پرستی کو مسترد کرنے والوں میں مسلم، ہندو، سکھ اور عیسائی طلبہ و طالبات کی اکثریت شامل ہے۔

۹ فروری کو جواہر لال نہرو یونی ورسٹی کی اسٹوڈنٹس یونین کے پلیٹ فارم سے مظلوم کشمیری مسلمان، افضل گرو کا یومِ شہادت منایا گیا۔ جس میں برملا کہا گیا کہ: ''افضل گرو دہشت گرد نہیں تھا، اسے عدالتی اور ریاستی سطح پر قتل کیا گیا تھا''۔ جب یہ بات ہو رہی تھی تو ہزاروں طلبہ و طالبات فلک شگاف نعروں میں ظلم کے خاتمے کے ترانے گا رہے تھے۔ اسی دوران میں حکمران بی جے پی کے حامیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور اس تصادم میں متعدد طالب علم زخمی ہو گئے۔

اسٹوڈنٹس یونین کے صدر کنہیا کمار نے ظلم اور دہشت، معاشی استحصال اور زبان بندی کے کلچر کی غلامی سے آزادی کے حصول کا اعلان کیا، مگر حکومتی عناصر نے اس لفظِ 'آزادی' کو خودبخود بھارت سے آزادی کا جامہ پہنا کر صدر یونین کو غداری کے مقدمے میں گرفتار کر لیا۔

یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے، جس پر آسام سے لے کر سری نگر تک اساتذہ، طلبہ، صحافیوں، دانش وروں اور وکلا کی بڑی تعداد نے حکومتی اقدامات اور فسطائیت کی کھلے لفظوں میں مذمت کی۔

بھارت کی ۴۰۰ یونی ورسٹیوں کے طالب علموں نے احتجاجی جلسے منعقد کیے۔ یہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے قابلِ احترام اور مسلّمہ ۶۴ دانش وروں نے مظلوم طلبہ سے یک جہتی کے لیے دستخطی مہم چلائی۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ روے سخن مختلف ہونے کے باوجود یہ واقعہ ہر اعتبار سے مقبوضہ کشمیر کے مظلوم عوام کے ساتھ یک جہتی یا ان کے ساتھ روا ظلم پر ردعمل کا حوالہ رکھتا ہے۔ جس کے لیے بھارت کی نئی نسل: کانگریسی اور جن سنگھی سوچ کو مسترد کر کے حقیقت پسندانہ راستہ اختیار کرنے کا پیغام دیتی ہے۔ اس پس منظر میں اس واقعے کو Game Changer کی حیثیت سے دیکھا جانا چاہیے، جس کے دامن میں ایک نئی سوچ کی کونپل پھوٹتی دکھائی دیتی ہے۔

اس واقعے کو جموں اور کشمیر کے ہائی کورٹ کے ان فیصلوں سے ملا کر دیکھا جائے، جن میں اب سے دو سال قبل فاضل ججوں نے فیصلہ دیا تھا کہ:

> بھارت کی جانب سے جموں کشمیر کو اٹوٹ انگ کہنا ایک غلط دعویٰ ہے کیونکہ جس اسمبلی نے بھارت کے ساتھ اسے جوڑنے کی بات کی تھی، وہ محض معاہداتی تھی، دائمی نہیں تھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عوام کی مرضی اور کیے گئے معاہداتی عہدنامے کے تحت اس کے مستقبل کا تعیّن باقی ہے۔

یہ واقعات بھارتی حکمرانوں اور عالمی حکمرانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں، بایں ہمہ اُمید کم ہے کہ ان کی بند آنکھیں کھلیں۔ وجہ یہ ہے کہ تنگ نظر ذہن ہمدردی، رواداری، فیاضی، آزادی، مروت جیسے لفظوں ہی سے ناآشنا ہوتا ہے، چہ جائیکہ وہ ان کے مفہوم کو سمجھے اور اُسے عملی زندگی میں اختیار کرنے کی طرف مائل ہو۔ مودی حکمرانی جس رُخ پر چل رہی ہے اس کے لیے جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے فیصلے، یا نہرو یونی ورسٹی، یا کُل ہند یونی ورسٹیوں کے طلبہ کا احتجاج کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ اس تازیانے کو کوئی اہمیّت نہیں دیتی، جب تک وہ اتنا زوردار نہ ہو کہ مودی کے پاؤں اُکھاڑ دے۔ چونکہ فوری طور پر یہ مشکل ہے، اس لیے بھارتی مقتدرہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ دوسری طرف ۹ فروری کے مذکورہ بالا واقعے کے حوالے سے پاکستان کے حکمرانوں، دانش وروں، صحافیوں اور بہ زعمِ خویش عالمی ضمیر کے رکھوالوں کو بھی اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ دوستی کی رٹ لگانے والوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ کن سے دوستی کے لیے بے تاب ہیں۔ وہ ان سے وفا کی توقع رکھتے ہیں ''جو نہیں جانتے وفا کیا ہے''۔ وہ تو اپنوں سے بھی وفا کے روادار نہیں!

[اشارات: ص ۲۸ سے آگے]

کی ٹانگ کھینچنے کے مترادف نہیں ہونا چاہیے۔ احتساب اصلاحِ احوال کا ایک مؤثر نظام ہے اور مشاورت اور فیصلہ سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک میں احتساب ایک مثبت اور تعمیری عمل بننے کے بجاے، ایک منفی اور نیچا دکھانے کا عمل بن کر رہ گیا ہے۔ یا پھر اتنا غیر مؤثر ہوگیا ہے کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ اگر دیکھا جائے کہ پچھلے ۱۸ برس میں نیب کے سامنے کتنے معاملات آئے ہیں؟ اور کتنے افراد کو قانون پر عمل کے ذریعے قرار واقعی سزا ملی ہے؟ تو کوئی بہت اچھی تصویر سامنے نہیں آتی۔

احتساب کے نظام میں ایک تباہ کن جھرنا 'بہانہ ساز سودے بازی' یا 'پلی بارگیننگ' (Plea Barganing) کا نظام ہے، اسے فی الفور ختم ہونا چاہیے۔ جہاں جرم ثابت ہو، وہاں پوری لوٹی ہوئی رقم قومی خزانے میں جمع کرنی چاہیے اور مجرم کو قید، جرمانہ اور مستقبل کے لیے نااہلی کی شکل میں سزا ملنی چاہیے اور اس کی تشہیر ہونی چاہیے۔ کرپشن کو جتنا مشکل بنایا جائے گا، اتنا ہی اس پر قابو پایا جاسکے گا، ورنہ کرپشن بھی ایک کھیل بنی رہے گی اور یہ کھیل دن رات ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔

● ایک اور اہم چیز عوام میں کرپشن سے نفرت، کرپٹ افراد کا سوشل بائیکاٹ اور معاشرے میں ان کے لیے منہ دکھانا مشکل بنایا جانا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے بچپن میں محلے میں ایک سرکاری ملازم ایسا تھا، جس کے بارے میں محلے والوں کا احساس تھا کہ وہ رشوت خور ہے۔ ہمارے والدین کی ہدایت تھی کہ اس کے بچوں کے ساتھ آپ کھیل سکتے ہیں، لیکن ان کے گھر کا پانی بھی نہیں پی سکتے۔ جس معاشرے میں یہ احساس ہو، اس میں کرپشن کبھی حاکم نہیں بن سکتی۔ لیکن آج عالم یہ ہے کہ کرپٹ افراد دندناتے پھرتے ہیں، نہ انھیں کوئی شرم ہے اور نہ معاشرے کا ضمیر ان کو نکو بناتا ہے۔

ہمارے دوست پروفیسر عنایت علی خاں نے کیا خوب کہا ہے ؎

حادثہ سے بڑا سانحہ یہ ہوا
لوگ ٹھیرے نہیں حادثہ دیکھ کر

ہمیں معاشرے میں امانت اور دیانت، شرافت اور قناعت کی اقدار کو پروان چڑھانا ہے

تاکہ کرپشن ایک ناقابلِ قبول شے بن جائے اور عدل وانصاف، حقوق کی پاس داری اور اکل حلال ہمارا شعار ہو۔

کرپشن کسی بھی معاشرے اور ریاست کے لیے ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اگر جسم بھی بیمار ہو تو یہ جان لیوا سرطان کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ہر دوسری خرابی اور بگاڑ سے اس کا ایسا رشتہ قائم ہوجاتا ہے، جو بگاڑ کو ہمہ جہت وسعت دے دیتا ہے۔ ہم بڑے دُکھ سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس وقت پاکستان میں کرپشن نے اُم الخبائث کی حیثیت اختیار کرلی ہے، اور زندگی کے ہر پہلو میں بگاڑ اور فساد کا ذریعہ بن گئی ہے۔ آہنی گرفت سے اسے قابو کیے بغیر زندگی کے کسی بھی شعبے میں اصلاح کے امکانات معدوم ہوتے جارہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وقت کی اہم ترین ضرورت، کرپشن کے خلاف ہمہ گیر جہاد ہے۔ اس جہاد کو برپا کرنے کی ذمہ داری ان تمام افراد اور عناصر پر ہے، جو مظلوم ہیں، جو اس کا نشانہ ہیں، جو انصاف سے محروم ہیں، جن کے حقوق کو شب و روز بے دردی سے پامال کیا جارہا ہے اور قانون اور نظامِ عدل خاموش تماشائی بنے، ان کے زخموں پر نمک پاشی کے مرتکب ہورہے ہیں۔

جماعت اسلامی پاکستان نے موجودہ حالات کے پیش نظر کرپشن کے خلاف ایک ملک گیر تحریک کا آغاز کیا ہے اور ملک کے تمام مظلوم بھائیوں اور بہنوں کو دعوت دی ہے کہ ظلم کے اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ کے بھروسے پر اُٹھ کھڑے ہوں اور اپنے حقوق کے حصول اور تمام مجبور انسانوں کو لُوٹ مار کے اس عذاب سے نجات دلانے کے لیے سرگرم ہوجائیں۔ ہماری یہ جدوجہد منظّم اور ہمہ گیر ہوگی، لیکن ان شاء اللہ قانون اور اخلاق کے ضابطوں کے اندر ہوگی کہ فساد، بگاڑ اور بُرائی کا مقابلہ بھی خیر، فلاح اور حسن سے مطلوب ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (حم السجدہ ۴۱:۳۴) اور نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔

(کتابچہ دستیاب ہے، قیمت: ۱۳ روپے، منشورات، لاہور)